قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

لقمان — السجدة

۳۱ - ۳۲

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ دونوں سورتیں اپنے مضمون کے لحاظ سے توام ہیں۔ پہلی سورہ حکیم لقمان کے حوالے سے دین فطرت کے جن حقائق کا اثبات کرتی ہے، دوسری میں اُنھی کے متعلق لوگوں کے اُن شبہات کو رفع کیا گیا ہے جو اُس وقت پیش کیے جا رہے تھے۔

دونوں کا موضوع وہی انذار و بشارت ہے جو پچھلی سورتوں سے چلا آرہا ہے اور دونوں کے مخاطب قریش مکہ ہیں۔

اِن سورتوں کے مضمون سے واضح ہے کہ ام القریٰ مکہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مرحلۂ اتمام حجت میں اُس وقت نازل ہوئی ہیں، جب ہجرت و براءت اور فتح و نصرت کا مرحلہ قریب آگیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة لقمان

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ ھُدًی وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

۱

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

یہ سورۂ 'الٓمّٓ'[۱] ہے۔ یہ پر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔ اُن کے لیے جو خوبی سے عمل کرنے والے ہیں[۲] ہدایت اور رحمت[۳] بن کر نازل ہوئی ہیں۔ یہ جو نماز کا اہتمام کر رہے ہیں اور زکوٰۃ ادا

۱۔ یہ سورہ کا نام ہے۔ اِس کے متعلق اپنا نقطۂ نظر ہم نے سورۂ بقرہ (۲) کی آیت ۱ کے تحت بیان کر دیا ہے۔

۲۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کی پیروی کی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے صحیح کام لیا، پوری بصیرت کے ساتھ حقائق کو تسلیم کیا اور اُن کے جو تقاضے بھی سامنے آئے، پورے اخلاص کے ساتھ اُن کے مطابق عمل کرنے لگے۔

۳۔ یعنی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں فضل و رحمت جو اِس ہدایت کو اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ ہے۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ
عِلْمٍ ۖۗ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ
اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

کرتے ہیں، اور یہی ہیں جو آخرت پر سچا یقین رکھتے ہیں۔[۴] یہی اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ ۱-۵

اِس کے برخلاف لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو فضولیات[۵] کے خریدار بنتے ہیں[۶] تاکہ اللہ کی راہ سے بغیر کسی علم کے[۷] گم راہ کریں اور اُس کی آیتوں کا مذاق اڑائیں۔ یہی ہیں کہ جن کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔[۸] اِن میں سے کسی کو جب ہماری یہ آیتیں سنائی جاتی ہیں تو بڑے تکبر کے ساتھ اِس طرح منہ پھیر کر چل دیتا ہے، جیسے اُن کو سنا ہی نہیں، جیسے کانوں سے بہرا ہے۔ سواِسے ایک

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آخرت پر سچا یقین ہو تو آدمی نماز اور زکوٰۃ سے غافل نہیں ہو سکتا اور اپنی اِس غفلت کے باوجود اگر وہ اِس کا مدعی ہے کہ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے اِس دعوے میں بالکل جھوٹا ہے۔

۵۔ اصل میں 'لَهْوَ الْحَدِيْثِ' کا لفظ آیا ہے۔ یہ اُسی طرح کی ترکیب ہے، جیسے دوسرے مقام میں 'زُخْرُفَ الْقَوْلِ' کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ یہاں یہ لفظ کتاب حکیم کی آیتوں کے مقابل میں ہے، اِس وجہ سے اِس سے مراد وہ فضولیات و خرافات ہوں گی جو مفسدین لوگوں کو آیات الٰہی سے برگشتہ کرنے کے لیے پھیلاتے تھے۔

۶۔ یعنی اُن کو ترجیح دیتے اور اُن کے طلب گار بنتے ہیں۔ لفظ 'اِشْتِرَاء' جب معنوی چیزوں کے لیے استعمال کیا جائے تو اِسی مفہوم میں آتا ہے۔

۷۔ یعنی بغیر کسی دلیل و برہان کے۔

۸۔ آگے وضاحت فرما دی ہے کہ اِن کا اصلی جرم استکبار ہے اور استکبار کے بارے میں قرآن اور دوسرے الہامی صحائف میں جگہ جگہ واضح کیا گیا ہے کہ اُس کی سزا ذلت اور رسوائی ہے۔

اَلِیْمٍ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾ۙ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۹﴾

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ
بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا

دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے، اُن کے لیے راحت کے باغ ہیں کہ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کے رہے گا[۹] اور وہ زبردست ہے، بڑی حکمت والا ہے۔[۱۰] ۶-۹

اُس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر بنا دیا ہے جو تمھیں نظر آئیں اور زمین میں پہاڑ جما دیے ہیں کہ وہ تمھیں لے کر جھک نہ پڑے[۱۱] اور اُس میں ہر طرح کے جان دار پھیلا دیے ہیں۔

۹۔ اِس جملے میں تاکید در تاکید کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”...اِس تاکید کی ضرورت اِس وجہ سے تھی کہ اوپر آیت ۶ میں ذکر ہو چکا ہے کہ مستکبرین اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اُن کے استہزا کا خاص ہدف وہ آیتیں تھیں جن میں اُس دور کے بے بس اور غریب مسلمانوں کو ایک ابدی بادشاہی کی خوش خبری سنائی جاتی تھی۔ معاملے کا یہ پہلو مقتضی ہوا کہ یہ بات یہاں پورے زور اور تاکید سے کہی جائے کہ مذاق اڑانے والے اگر اِس کا مذاق اڑاتے ہیں تو اڑائیں، لیکن اہل ایمان اطمینان رکھیں کہ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کے رہے گا۔“ (تدبر قرآن ۶/ ۱۲۳)

۱۰۔ یعنی نہ ظالموں اور مستکبروں کے مقابلے میں کوئی بے بس ہستی ہے کہ عاجز ہو کر بیٹھا رہے اور نہ یہ دنیا اُس نے کھیل تماشے کے طور پر بنائی ہے کہ اُسے کسی انجام حق تک پہنچائے بغیر ختم کر دے۔ وہ یہ لازماً کرے گا، اِس لیے کہ عزیز و حکیم ہے۔

۱۱۔ اصل الفاظ ہیں: ’اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ‘۔ اِن میں ’اَنْ‘ سے پہلے لام علت عربیت کے اسلوب پر مقدر ہے۔ یہ غالباً وہی چیز ہے جسے جدید سائنس میں ’isostasy‘ کہا جاتا ہے۔ قرآن کے اِس بیان سے پہاڑوں کے

مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۰﴾

ھٰذَا خَلۡقُ اللّٰہِ فَاَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۱﴾

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِکۡمَۃَ اَنِ اشۡکُرۡ لِلّٰہِ ؕ وَمَنۡ یَّشۡکُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ

(دیکھتے نہیں ہو کہ) ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اِسی زمین میں ہر قسم کی فیض بخش چیزیں پیدا کر دی ہیں۔ ۱۰

یہ سب تو اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے، اب مجھے دکھاؤ کہ (تمھارے زعم کے مطابق) جو اُس کے سوا ہیں، اُنھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ کچھ نہیں، بلکہ یہ ظالم صریح گم راہی میں ہیں۔ ۱۱

ہم نے یہی حکمت[۱۲] لقمان[۱۳] کو بھی دی اور ہدایت فرمائی تھی کہ اللہ کا شکر ادا کرو[۱۴] — اور جو

بارے میں یہ نظریہ درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمندروں کے نیچے کے کثیف مادے کو متوازن رکھنے کے لیے سطح زمین پر ابھرے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین اُسی طرح ہلتی رہتی، جس طرح اب زلزلہ آجائے تو ہلتی ہے۔

۱۲۔ یعنی جو اِس کتاب حکیم میں بیان کی جارہی ہے۔ سورہ کی ابتدا میں کتاب کے ساتھ حکیم کی صفت اِسی رعایت سے آئی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ لقمان جسے تم اپنی قوم کا سقراط و فلاطوں سمجھتے ہو، اُس کی تعلیمات بھی وہی تھیں جو آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔

۱۳۔ یہ عرب میں ایک حکیم و دانا کی حیثیت سے مشہور تھے۔ شعراے جاہلیت اپنے شعروں میں اِن کا اور اِن کے قبیلے کا ذکر کرتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمن میں اِن کو اور اِن کی قوم کو بڑی شان و شوکت حاصل تھی اور یہ قوم عاد کے بقایا میں سے تھے۔ اِسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اپنے قبیلے پر ان کو ایک پدرسرانہ قسم کی سرداری حاصل تھی۔ آگے جو نصیحتیں نقل ہوئی ہیں، اُن سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ غالباً بیٹے کو سرداری کی ذمہ داریاں سونپتے ہوئے کی گئی ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''لقمان کی یہ نصیحتیں اگرچہ ہر شخص کے لیے اپنے اندر یکساں خیر و برکت رکھتی ہیں، لیکن اُن لوگوں کے لیے یہ خاص اہمیت رکھنے والی ہیں جن کو قیادت و سربراہی اور امارت و حکومت کا مقام حاصل ہو۔ اِس وجہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾
وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

شکر کرے گا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرے گا اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ کو اُس کی کچھ پروا نہیں، اِس لیے کہ اللہ بے نیاز ہے، وہ اپنی ذات میں ستودہ صفات ہے۔ ۱۲

(اِس کا لازمی تقاضا ہے کہ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیرایا جائے)۔ یاد کرو، جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا[۱۵] کہ بیٹا، اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھیرانا۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ۱۳

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سے ہمارے نزدیک، جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، لقمان صرف ایک حکیم نہیں، بلکہ ایک حکمران حکیم تھے۔ اُن کو اپنی قوم کی سربراہی حاصل تھی اور یہ نصیحتیں اپنے بیٹے کو اُنھوں نے سرداری و قیادت کی ذمہ داریاں سمجھانے کے لیے کی ہیں۔ یہ اگرچہ نبی نہیں تھے، لیکن اُن کو حضرت داؤد سے فی الجملہ مشابہت ہے۔“

(تدبر قرآن ۶/ ۱۳۳)

۱۴۔ یہ حکمت کا اولین ثمر ہے۔ تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کی معرفت اِسی سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب جس حکمت کو لے کر نازل ہوئی ہے، اُس کی بنیاد یہی شکر گزاری ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو انسان کے اندر اُن صفات میں سے کوئی صفت بھی پیدا نہیں ہو سکتی جن کا ذکر سورہ کی ابتدا میں ہوا ہے۔

۱۵۔ یعنی یونہی راہ چلتے کچھ باتیں نہیں کہہ دی تھیں، بلکہ بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اِس سے موقع اور بات، دونوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی سرسری بات نہیں ہے جو راہ چلتے کہہ دی گئی ہو، بلکہ لقمان نے خاص اپنے بیٹے کو، ایک اہم موقع پر، خاص اہتمام کے ساتھ بطور ایک موعظت کے بتائیں اور ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید کی۔ اِس سے مقصود قرآن کے مخاطبوں کو توجہ دلانا ہے کہ ایک دانش مند باپ اپنے بیٹے کو کیا تعلیم دیتا تھا اور آج اُس کے احمق نام لیوا اپنی اولاد کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں!“ (تدبر قرآن ۶/ ۱۲۸)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ
اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰۤی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا

(اِس میں شبہ نہیں کہ) ہم[۱۶] نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں بھی نصیحت کی ہے۔[۱۷] اُس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور (پیدایش کے بعد) کہیں دو سال میں جا کر اُس کا دودھ چھڑانا ہوا۔[۱۸] (ہم نے اُس کو نصیحت کی ہے) کہ میرے شکر گزار رہو اور اپنے والدین کے،[۱۹] (اور یاد رکھو کہ بالآخر) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ لیکن اگر وہ تم پر زور

۱۶۔ یہاں سے آگے آیت ۱۵ تک تضمین ہے۔ لقمان نے اللہ تعالیٰ کے حق کے پہلو بہ پہلو اپنے حق کا ذکر غالباً اِس لیے نہیں کیا کہ اُنھوں نے اِسے خلاف ادب خیال کیا ہے۔ چنانچہ اِس کو چھوڑ کر وہ قیامت کے ذکر کی طرف بڑھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیات اِسی خلا کو بھرنے کے لیے ارشاد ہوئی ہیں۔

۱۷۔ یہ نصیحت تمام الہامی صحائف میں بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید نے بھی ایک سے زیادہ مقامات پر اِس کی تلقین فرمائی ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ انسانوں میں سب سے مقدم حق والدین ہی کا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے بعد وہی اُس کے وجود میں آنے اور پرورش پانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۱۸۔ آیت میں ولادت کا ذکر نہیں ہوا۔ اِس کی وجہ غایت وضاحت ہے۔ قرآن میں اِسی کے پیش نظر بعض چیزیں لفظاً محذوف ہو جاتی ہیں۔ بچے کی پرورش کے معاملے میں باپ کی شفقت بھی کچھ کم نہیں ہوتی، لیکن حمل، ولادت اور رضاعت کے مختلف مراحل میں جو مشقت بچے کی ماں اٹھاتی ہے، اُس میں یقیناً اُس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِسی بنا پر ماں کا حق باپ کے مقابل میں تین درجے زیادہ قرار دیا ہے۔*

۱۹۔ یہ شکر محض زبان سے ادا نہیں ہوتا، اِس کا لازمی تقاضا ہے کہ آدمی اُن کے ساتھ انتہائی احترام سے پیش آئے، اُن کے خلاف دل میں کوئی بے زاری نہ پیدا ہونے دے، اُن کے سامنے سوء ادب کا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے، بلکہ نرمی، محبت، شرافت اور سعادت مندی کا اسلوب اختیار کرے۔ اُن کی بات مانے اور بڑھاپے کی ناتوانیوں میں اُن کی دل داری اور تسلی کرتا رہے۔

* بخاری، رقم ۵۹۷۱۔ مسلم، رقم ۶۵۰۰۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

لَيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِي الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّاتَّبِعۡ
سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ڈالیں کہ کسی کو میرا شریک ٹھیراؤ جس کے بارے میں تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اُن کی بات نہ ماننا۔[20] دنیا میں، البتہ اُن کے ساتھ نیک برتاؤ رکھنا[21] اور پیروی اُنھی کے طریقے کی کرنا جو میری طرف متوجہ ہیں۔[22] پھر تم کو میری ہی طرف پلٹنا ہے۔ پھر میں تمھیں بتادوں گا جو کچھ تم کرتے رہے ہو۔[23] ۱۴-۱۵

۲۰۔ والدین کی اِس حیثیت کے باوجود یہ حق اُن کو حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو بے دلیل اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کے لیے اولاد پر دباؤ ڈالیں۔ چنانچہ خدا سے انحراف کی دعوت والدین بھی دیں تو قبول نہیں کی جاسکتی۔ یہاں صرف شرک کا ذکر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکام وہدایات بھی اِسی کے تحت سمجھے جائیں گے اور والدین کے کہنے سے اُن کی خلاف ورزی بھی کسی کے لیے جائز نہیں ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی بنا پر فرمایا ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی کوئی اطاعت نہیں ہے، اطاعت تو صرف بھلائی کے کاموں میں ہے۔*

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۲۱۔ مطلب یہ ہے کہ شرک جیسے گناہ پر اصرار کے باوجود دنیا کے معاملات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ دستور کے مطابق اُسی طرح قائم رہنا چاہیے۔ اُن کی ضروریات حتی المقدور پوری کرنے کی کوشش کی جائے اور اُن کے لیے ہدایت کی دعا بھی برابر جاری رہے۔ دین و شریعت کا معاملہ الگ ہے، مگر اِس طرح کی چیزوں میں اولاد سے ہرگز کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔

۲۲۔ یعنی خدا سے منحرف کسی شخص کی راہ اختیار نہیں کی جاسکتی، اگرچہ وہ آدمی کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ خدا کے دین میں اِس کی گنجایش نہیں ہے۔ انسان کو اگر پیروی کرنی ہو تو اِس کے لیے اُنھی لوگوں کی طرف دیکھنا چاہیے جو خدا کی راہ پر ہیں۔

۲۳۔ یہ آخر میں اولاد اور والدین، دونوں کو توجہ دلائی ہے کہ اعمال کی جواب دہی کے لیے ایک دن پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

---

* بخاری، رقم ۷۱۴۵۔ مسلم، رقم ۴۷۶۶۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ
فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى

(لقمان نے کہا تھا): بیٹا، بات یہ ہے[۲۴] کہ کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو خواہ وہ کسی گھاٹی میں[۲۵] ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ اُسے نکال لائے گا۔ بے شک، اللہ باریک بین ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔[۲۶] ۱۶

بیٹے، نماز کا اہتمام رکھو،[۲۷] بھلائی کی تلقین کرو اور برائی سے روکو،[۲۸] اور (اِس راہ میں) جو

”... یہ خطاب والدین اور اولاد، دونوں سے یکساں ہے اور اِس میں تنبیہ بھی ہے اور اطمینان دہانی بھی۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دن سب کی واپسی میری ہی طرف ہونی ہے اور اُس دن جو کچھ جس نے کیا ہوگا، میں اُس کے سامنے رکھ دوں گا۔ اگر کسی کے والدین نے میرے بخشے ہوئے حق سے غلط فائدہ اٹھا کر اولاد کو مجھ سے منحرف کرنے کی کوشش کی تو وہ اُس کی سزا بھگتیں گے اور اگر اولاد نے والدین کے حق کے ساتھ ساتھ میرے حق کو بھی کما حقہ، پہچانا اور اِس حق پر قائم رہنے میں استقامت دکھائی تو وہ اپنی اِس عزیمت کا بھرپور صلہ پائے گی۔“ (تدبر قرآن ۶/ ۱۳۰)

۲۴۔ آیت میں ’اِنَّهَا‘ کی ضمیر مونث ہے۔ یہ ضمیر قصہ ہے جو متکلم اپنے معہود ذہنی کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے۔ یہاں یہ لفظ ’حَبَّة‘ کی رعایت سے استعمال ہوئی ہے۔

۲۵۔ اصل میں لفظ ’صَخْرَة‘ آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ پہاڑی اور گھاٹی کے لیے بھی آتا ہے۔

۲۶۔ توحید کے بعد یہ لقمان نے قیامت کے بارے میں بھی ہر اُس مغالطے کو دور کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم سے ناآشنائی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا سب سے بڑا مظہر نماز ہے، چنانچہ اعمال میں سب سے پہلے اِسی کی تلقین کی ہے۔

۲۸۔ یعنی انسانی فطرت میں جو باتیں خیر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں، اُن کی تلقین کرو اور جن کو

مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٧﴾ ۚ
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿١٨﴾ ۚ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ
اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿١٩﴾

مصیبت تمھیں پہنچے، اُس پر صبر کرو۔[29] اِس لیے کہ یہی کام ہیں جن کی تاکید کی گئی ہے۔۱۷

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرو[30] اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو، اِس لیے کہ اللہ کسی اکڑنے اور فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔[31] اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز کو پست رکھو، حقیقت یہ ہے کہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔[32] ۱۸-۱۹

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فطرت ناپسند کرتی اور پوری انسانیت برائی سمجھتی ہے، اُن سے لوگوں کو منع کرتے رہو۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایمان کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے اور ہر مسلمان اپنے ماحول میں اِس کا مکلف ٹھیرایا گیا ہے۔ خدا نے جو ہدایت ہمیں دی ہے، یہ اُس کی شکرگزاری کا اظہار ہے۔

۲۹۔ اِس لیے کہ یہی عزم و ہمت کا سرچشمہ اور تمام سیرت و کردار کا جمال و کمال ہے۔ اِسی سے انسان میں یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ناخوش گوار تجربات پر شکایت یا فریاد کرنے کے بجاے وہ اُنھیں رضامندی کے ساتھ قبول کرے اور خدا کی طرف سے مان کر اُن کا استقبال کرے۔ اِس کی جتنی ضرورت خود بھلائی کے راستے پر چلنے کے لیے ہے، اُس سے زیادہ دوسروں کو بھلائی کی تلقین کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے ہے۔

۳۰۔ اِس میں خاص طور پر اشارہ اُن غربا کی طرف ہے جن کو امرا و اغنیا حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

۳۱۔ یعنی اُس سے نفرت کرتا ہے۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کیسی سخت تنبیہ ہے۔

۳۲۔ یعنی چال میں اکڑ کے بجاے فروتنی و تواضع اور آواز میں کرختگی اور خشونت کے بجاے نرمی اور لینت پیدا کرو۔ اخلاق کے رذائل میں سب سے بری چیز تکبر ہے اور یہ انسان کے چہرے، اُس کی گردن اور اُس کی چال اور انداز گفتگو، ہر چیز سے ظاہر ہوتا ہے۔ لقمان نے بیٹے کو یہ اُسی سے بچنے کی نصیحت کی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...'اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ' کا ٹکڑا یہاں کرخت اور سخت لب و لہجہ سے نفرت دلانے کے لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اُس کو حسن بیان اور حسن کلام کی نعمت سے نوازا ہے تو وہ اِس مقام کو چھوڑ کر گدھوں کی صف میں شامل ہونے کی کوشش کیوں کرے؟ یہ بلبل کی بدقسمتی ہے کہ وہ زاغ و زغن کی ہم نوائی کرے!" (تدبر قرآن ۶/ ۱۳۳)

اِسی طرح آیت میں 'وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ' کے 'مِنْ' کے بارے میں اُنھوں نے لکھا ہے:

"...(یہ) اِس بات پر دلیل ہے کہ جب خالق نے انسان کو ایک ہی قسم کی آواز پر نہیں پیدا کیا ہے، بلکہ اُس کے اندر یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اُس کو وہ پست بھی کر سکتا ہے اور بلند بھی تو موقع و محل کے مطابق وہ اِس صلاحیت کو استعمال کرے، گدھے کی طرح ہمیشہ اپنا حلق اور لوگوں کے کان پھاڑنے ہی کی کوشش نہ کرے۔" (تدبر قرآن ۶/ ۱۳۳)

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com